اذان خطبہ
از
اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پیشکش : الرضا پبلیکیشن ۳۷ر میمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳
شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲ر ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

سلسلۂ اشاعت ۲۷۹

نام کتاب ——— اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ
۱۳۲۰ھ

مصنف ——— اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

تخریج وتصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد رب نواز

سن اشاعت ——— ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۱ء

طباعت ——— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیش لفظ

عروس البلاد ممبئی میں چند مخلصینِ اہل سنّت کی مشترکہ کوشش سے ۱۹۷۸ء میں رضا اکیڈمی کا قیام ہوا اور اس نے بفضلہٖ تعالیٰ مسلکِ اہلِ سنّت کے فروغ واستحکام میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دردمند اور باشعور سنّی عوام وخواص کے مختلف حلقوں میں اس نے اسلام وسنّیت کی بیش بہا خدمات انجام دے کر کئی شہروں میں اپنی متحرک وفعال شاخیں بھی قائم کیں اور علماءِ اہل سنّت بالخصوص امام اہل سنّت مجدد دین وملّت اعلیٰحضرت امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کی کتب ورسائل بڑی تعداد میں شائع کر کے ملک کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔

علماءِ اہل سنّت اور اعلیٰحضرت محدث بریلوی کی ابتک دوسوچھیاسٹھ ۲۶۶ کتابیں رضا اکیڈمی ممبئی شائع کر چکی ہے۔ مزید برآں اس سال دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے صدسالہ جشن اور اعلیٰحضرت محدث بریلوی کے ۱۵۰ سالہ یوم ولادت کے موقعہ پر دسیوں رسائل رضویہ فتاویٰ رضویہ مترجم شائع کردہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے عکس لے کر شائع ہو رہے ہیں۔

رضا اکیڈمی ممبئی اپنے مشن کو دور دراز خطوں اور ہر طبقے تک پہنچانے کیلئے شب وروز کوشاں ہے اور اس کا پیغام بھی یہی ہے کہ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے   ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروروں درود

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ وطفیل میں رضا اکیڈمی سے دین وسنّیت کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے اور اس کی ہر خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسیرِ مفتی اعظم محمد سعید نوری
رضا اکیڈمی ممبئی۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ / ۲۳ اپریل ۲۰۰۱ء

اوفی اللمعة فی اذان یوم الجمعة

۱۳ ھ ۲۰

(اذانِ جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ از ملک بنگالہ موضع شاکوچیل ضلع سلہٹ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان، مسجد کے اندر دینا کیسا ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان، مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہوکر کہے یا باہر مسجد کے، اور بر تقدیر اول بلاکراہت جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلاکراہت سب علماء کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار و دیار میں اسی طریقۂ مسنون پر باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے، شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے؛ ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے، اور اسی پر علما کا عمل ہے، اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان، اور در مختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے، ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ رُو بخطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحنِ مسجد میں کھڑا ہوکر اذان کہنا خلاف کُتبِ فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی، اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہوکر مکروہ نہیں ہے بلکہ جہاں تک اطلاق بین یدیہ آتا ہے

سب جگہ درست ہے انتہی، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر و نظم و شرح نقایۂ برجندی و بحرالرائق و فتاوٰی ہندیہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاوٰی خانیہ میں ہے:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد[1]۔

یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

بعینہٖ یہی عبارت فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الاقامة فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد و قالوا لا یؤذن فی المسجد[2]۔

یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی، رہی اذان وہ منارے پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو بیرونِ مسجد زمین متعلق مسجد میں ہو۔ علما فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو۔

نیز خود باب الجمعہ میں فرمایا:

ھو ذکر اللّٰہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھة الاذان فی داخلہ[3]۔

وہ اللّٰہ تعالٰی کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالیِ مسجد کے اندر، اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔

شرح مختصر الوقایہ للعلامة عبد العلی میں ہے:

فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیھا ان تکون فی الارض و ایضا فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصة انہ ینبغی الخ[4] اھ باختصار۔

یعنی صدر الشریعة قدس سرہٗ نے اذان کے لئے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنّت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں سنّت یہ ہے کہ زمین پر ہو، نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے، خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے الخ اھ باختصار۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں — مسائل الاذان — مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۳۷

[2] فتح القدیر — باب الاذان — ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۱۵

[3] ؍؍ — باب الجمعة — ؍؍ ؍؍ ؍؍ — ۲/۲۹

[4] شرح النقایة للبرجندی — باب الاذان — ؍؍ منشی نولکشور لکھنؤ — ۱/۸۴

بحرالرائق میں ہے :

فی القنیۃ یسن الاذان فی موضع عال و الاقامۃ علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اھ والظاھر انہ یسن المکان العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیأتی و فی السراج الوھاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصۃ ولا یؤذن فی المسجد[1] اھ مختصرا۔

یعنی قنیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنّت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وُہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنّت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے ، اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اھ مختصراً۔

اُسی میں بعد چندورق کے ہے :

السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد[2]۔

سنّت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں ۔

حاشیۂ طحطاوی میں ہے :

یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم ، فان لم یکن ثمہ ، مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح[3]۔

یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے ۔

یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں ، مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلماتِ صریحہ معتمدہ میں اذانِ ثانی جمعہ کا استثنا دکھائے مگر ہرگز نہ دکھا سکے گا ، رہا لفظ بین یدی الامام (امام کے سامنے ۔ت) یا بین یدی المنبر (منبر کے سامنے ۔ت) سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے ، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو ، اس سے یہ کہاں کہ امام کی گود میں منبر کی لگر پر ہو جس سے داخلِ مسجد ہونا استنباط

---

[1] بحرالرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵

[2] " " " " ۱/۲۶۱

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے ۔ت) سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے ، یا فارسی میں مہر رُو بروئے من است (سُورج میرے چہرے کے سامنے ہے ۔ت) یا عربی میں الشمس بین یدی (سورج میرے سامنے ہے ۔ت) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دُور ہے ، اللہ عزوجل فرماتا ہے : یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم[1] اللہ سبحانہ جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا ۔ یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس میں داخل ہے ۔ یونہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا ،

لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلک[2]

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ۔

تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے ، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظرِ قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو ، قال اللہ تعالٰی :

وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء[3] الاٰیۃ۔

اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں بارانِ رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب اُنھوں نے اُبھارے بوجھل بادل ، ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتارا اُس سے پانی ۔

بین یدی (یعنی آگے ۔ت) نے قربِ مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے ۔ وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا)

ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید[4]۔

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافرو ! تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والا ایک سخت عذاب کے آگے ۔

آیت نے قربِ قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے ، پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے ،

---

[1] القرآن ۲۰/۱۱۰

[2] القرآن ۱۹/۶۴

[3] " ۷/۵۷

[4] " ۳۴/۴۶

۱۳۴۳ تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان درِ مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذاتِ امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ (اس کے رُوبرو ۔ ت) صادق ہے بلاشبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے رُوبرو منبر کے آگے اذان ہُوئی، اور اسی قدر درکار ہے، غالباً خود مستدلین کو معلوم تھا کہ قریبِ مسجد، بیرونِ مسجد، مواجہہ امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا روبرو خطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہُوئی کہ مسجد کے اندر، مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و ہدایہ و درمختار وغیرہا میں کہیں اس کی بُو بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہوجائیں اور اس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے، سُنن ابی داؤد شریف میں بسندِ حسن مروی ہے[1]:

حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن الزھری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر[1]

نفیلی نے بیان کیا کہ محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحٰق سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب روزِ جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یُونہی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانے میں۔

اس حدیثِ جلیل نے واضح کر دیا کہ اس رُوبروئے امام پیشِ منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانۂ رسالت و خلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے، ہاں یہ کہئے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نصِ حدیث سے جُدا تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو اُن تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں، پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمدللہ یہاں اس سنّتِ کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا، میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی بحمداللہ تعالٰی منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانۂ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ہوا کرتی تھی ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من

---

[1] سنن ابی داؤد باب وقت الجمعہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۱۵۵

یشاء واللہ ذو الفضل العظیم والحمد للہ رب العٰلمین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ۔ ت) بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلافِ تصریحاتِ علماء یہ امر عامہ نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ ہجری میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بریلی سے شدالرحال کرکے حاضرِ بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا، اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسبِ عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہو ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا، کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خان، خلاصہ، عالمگیری، فتح القدیر کے نام لئے، کہا ہم اُن کی نہیں مانتے، فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہٗ کا سچا حقیقی جل جلالہٗ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع و اعلٰی ہے آپ انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی، مدعی، مدعا علیہ گواہوں کی حاضری، کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر؟ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا ؏

فکر ہر کس بقدر ہمّت اوست

(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے)

الحمدللہ حق واضح ہوگیا۔

اقول وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابلِ لحاظ و غور ہیں:

اول اگر بانیِ مسجد نے مسجد بناتے وقت تمامِ مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اور اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محلِ معیّن بانی نے وضو کے لئے بنوا دیا ہو تو اس میں وضو جائز ہے کہ اس قدر مستثنٰی قرار پائے گا، اشباہ میں ہے:

تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذٰلک لا یصلی فیہ

مسجد میں کُلی اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں اس کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو

اوفی اناءٍ[1] | کرلیا جائے۔(ت)

درمختار میں ہے:

یکرہ الوضوء الا فیما اعد لذلک[2] ملخصاً۔

وضو مکروہ ہے مگر اس جگہ میں جو اس کے لئے تیار کی گئی ہو ملخصاً۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان ماءہ مستقذر طبعا فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیہھا عن المخاط والبلغم بدائع[3]۔

کیونکہ وضو کا پانی طبعاً ناپسند ہے لہذا اس سے مسجد کو بچانا ضروری ہے جیسے کہ مسجد کو ناک اور بلغم سے محفوظ رکھنا ضروری ہے، بدائع۔(ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

ھذا تعلیل علی مذھب محمد المفتی بہ اما علی قول الامام من تنجیس الماء المستعمل فظاھر۔

یہ امام محمد کے مفتٰی بہ قول کی دلیل ہے۔ رہا معاملہ امامِ اعظم کے قول کا، تو وُہ ظاہر ہے کیونکہ وُہ ماءِ مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ الا فیما اعد لذلک انظر ھل یشترط اعداد ذلک من الواقف ام لا[4]۔

ان کا قول "مگر اس جگہ جو وضو کے لئے تیار کردہ ہو" دیکھئے کیا اس جگہ کا وضو کے لئے بنانا واقف سے شرط ہے یا نہیں؟(ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

اقول نعم وشیئ اٰخر فوق ذلک وھی ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدیۃ فان بعدہ لیس لہ ولا لغیرہ تعریضہ للمستقذرات

اقول ہاں ایک اور شیئ اس کے اوپر ہے وہ یہ کہ یہ وضو کے لئے رکھنا تمام مسجدیت سے پہلے ہو کیونکہ اگر اس کے بعد ہو تو اب واقف اور دوسروں

---

[1] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۳۰
[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۸
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ولا فعل شیئ یخل بحرمتہ اخذتہ مما یاتی فی الوقف من مسئلۃ بناء الواقف فوق المسجد بیتا لسکنی الامام۔

کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو گندگی کے لئے بنائیں بلکہ ہر وُہ فعل جائز نہیں جو مسجد کی عزت کے منافی ہو، یہ اصول اس مسئلہ سے مستنبط ہے جو وقف میں آتا ہے کہ مسجد کے اوپر واقف امام کیلئے رہائش نہیں بنا سکتا۔(ت)

اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرونِ مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہٗ مسجد بڑھائی گئی ہو اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرونِ مسجد ہوگیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لئے مصنوع ہوچکا تھا کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) ہاں اگر داخلِ مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانیِ مسجد نیا مکان اذان کے لئے مستثنٰی کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ بعد تمامی مسجد کسی کو اُس سے استثنار یا فعل مکروہ کے لئے بنا کا اختیار نہیں، درمختار میں ہے:

لوبنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع، ولو کان عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد[1]۔

اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے جگہ بنائی تو ضرر نہیں کیونکہ یہ ضروریاتِ مسجد میں سے ہے اگر مسجد مکمل ہوگئی اور پھر رہائش بنانا چاہتے ہیں تو اب منع ہے اور اگر واقف کہے کہ میرا ارادہ یہی تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی تاتارخانیہ، جب واقف کا یہ حال ہے تو غیر کیسے بنا سکتا ہے، لہذا اس کا گرانا ضروری ہے اگرچہ وہ دیوار مسجد پر ہو۔(ت)

دوم متعلقاتِ مسجد میں سجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرونِ مسجد زمین خاص مسجد سے کئی گز کے فاصلے پر ہو اور اُس پر اذان کہی جائے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہوگئی نماز کو چلو، یُوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہُوئی نماز کو اُٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں، ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ھو ذکر اللّٰہ فی المسجد[2] (یہ مسجد میں ذکرِ الٰہی ہے۔ت) کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ (یعنی مسجد

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹
[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ 〃 نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۹

کے حدود میں ۔ ت) اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ (کیونکہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے ۔ ت) یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن ناشناس نظائر حدیث مسلم :

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وقفا ان من سنن الھدی الصلٰوۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ[1]۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ سُننِ ہدٰی میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان ہو ۔ (ت)

وامثال عبارت کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ (اس مسجد سے نکلنا مکروہ ہے جس میں اذان دی گئی ہو ۔ ت) سے دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ :

عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق[2]۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر مجبوری کے مسجد سے نکلا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ تھا تو وُہ منافق ہے ۔ (ت)

سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان (کیونکہ مسجد ادراک کے لئے ظرف ہے اذان کے لئے نہیں ۔ ت) ولہٰذا علامہ مناوی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی :

(من ادرک الاذان) ای سمع الاذان وھو (فی المسجد)[3] الخ

(جس نے اذان کو پایا) یعنی اذان کو سنا ، حالانکہ وہ (مسجد میں تھا) الخ (ت)

بلکہ خود حدیث شرحِ حدیث کو بس ہے :

احمد بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلٰوۃ فلا یخرج

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز ادا کیے بغیر

---

[1] صحیح مسلم باب فضلِ جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲
[2] سُنن ابن ماجہ باب اذا اذن وانت فی المسجد " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴
[3] حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر حدیث مذکور کے تحت مطبوعہ مطبعۃ ازہریۃ مصر ۳/۲۹۸

احد کم حتی یصلی[1]۔

کوئی مسجد سے نہ نکلے ۔ (ت)

بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں انھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں ۔

اقول وبہ ینجلی ما فی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید منہ اھ[2] ای یؤذن فی حدود المسجد و فنائہ کما فسربہ الامام المحقق علی الاطلاق او فی نفس المسجد ان کان ثمہ موضع اعد لہ من قبل او یؤذن فیما ھو فی حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذانا للمسجد کما فعل عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث احدث الاذان الاول علی الزوراء دار فی السوق ولا یؤذن للمسجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غربی البلد مثلاً واذن شرقیہ بل اذن لمسجد حی اٰخر لایعد ذلک اذانا لہ کما لایخفی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی و باللہ التوفیق و بما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیہ وانہ یستدعی بقرینۃ الحال قربا یناسب المقام لا الاتصال وضح بحمد اللہ ما قال القہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیا بین یدیہ ما نصہ ، ای

اقول اس سے جلابی کی یہ عبارت بھی واضح ہوگئی کہ مسجد میں یا اس جگہ میں اذان دی جائے جو حکم مسجد میں ہو ، مسجد سے دُور اور جگہ میں نہ دی جائے اھ یعنی مسجد کے حدود اور فنائے مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ اس کی تفسیر امام محقق علی الاطلاق نے کی ہے ، یا مسجد کے اندر بشرطیکہ وہاں پہلے سے جگہ بنائی گئی ہو یا اس جگہ دی جائے جو قرب کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہو کیونکہ وہاں کی اذان کو مسجد کی ہی اذان شمار کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا کہ اذانِ اوّل بازار میں مقامِ زوراء پر دینے کا حکم دیا ، مسجد سے دُور اذان نہ دی جائے مثلاً جب مسجد غربی البلاد ہو اور اذان شرقی میں دی جائے تو اب یہ اذان دوسرے محلہ کی ہوگی اس مسجد کی اذان اسے شمار نہیں کیا جائیگا جیسا کہ واضح ہے ، کلامِ جلابی کلامِ نظم پر استدراک نہیں جیسا کہ قہستانی نے گمان کیا ، اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو کچھ ہم نے گفتگو کی اور "سامنے امام" کا معنٰی بیان کیا اس سے واضح ہوگیا کہ "بین یدیہ" کے الفاظ مقام کے مناسب قُرب کا تقاضا کرتے ہیں نہ کہ اتصال کا ، بحمد اللہ نقایہ کی عبارت " جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے دوسری اذان

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۵۳۷
[2] جامع الرموز بحوالہ الجلابی فصل فی الاذان " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۳

بین الجهتین المسامتین لیمین المنبر والامام ویسارہ قریبًا منه ووسطهما بالسکون فیشتمل ما اذا اذن فی زاویة قائمة او حادة او منفرجة حادثة من خطین خارجین من هاتین الجهتین[1] اھ فلیس القرب منکرا ولا بالاتصال مشعرا وانما اراد به اخراج البعد الذی لایعد به الاذان اذانا فی ذٰلك المسجد کما ذکرناه فی کلام الجلابی۔

دی جائے" کے تحت قہستانی نے جو کہا وہ بھی واضح ہوگیا کہ اذان یمین منبر یا امام اور اس کے بائیں جانب اس کے قریب ہو یا ان دونوں کے وسط میں ہو، یہ ان صورتوں کو شامل ہے جب اذان زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ میں ہوئی وہ زاویہ جو ان دو خطوط مذکورہ کی دو جہات سے پیدا ہوا اھ تو یہاں قرب کا انکار نہیں اور اتصال پر دلالت نہیں، اس سے ان کا مقصد اس بُعد کا دُور کرنا ہے جس میں اذان کو اس مسجد کی اذان تصور نہ کیا جائے جیسا کہ ہم نے اسے جلابی کے کلام میں ذکر کیا۔ (ت)

غرض عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی عقلاً وعرفاً وشرعاً قابلِ قبول نہ ہوتی۔

الا تری ان العلامة الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکم علی حکایة ما فی القهستانی عن النظم ولم یعرج علی استدراکه اصلا علما منه ان الاستدراك مستدرك لا ینبغی نقلا۔

کیا آپ نے نہ دیکھا علامہ طحطاوی نے کس طرح اکتفا کیا اس حکم پر جو قہستانی نے نظم سے نقل کیا تھا اور اس کے استدراک کے بالکل درپے نہ ہوتے، انھیں علم تھا کہ یہ استدراک فالتو ہے لہذا اس کا نقل کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

نہ کہ کوئی لفظ محتمل نا صریح، صاف صاف لائق توجیہ و تصحیح ہو،

کما لا یخفی علی ذی عقل نجیح هکذا ینبغی التحقیق والله سبحانه ولی التوفیق والحمد لله رب العٰلمین وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وٰاله وصحبه اجمعین۔ اٰمین۔ والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

جیسا کہ ہر عاقل پر مخفی نہیں، تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ سبحٰنہ توفیق کا مالک ہے، الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۸

فروغِ اہلسنّت کیلئے امام اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

(۱) عظیم الشّان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں

(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

(۳) مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

(۵) اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریرًا و تقریرًا و وعظًا و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

(۶) حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

(۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدار کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

(۹) جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرّر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتًا فوقتًا ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)